انور السادات

مصری انقلاب کی کہانی

انور السادات مصری ڈکٹیٹر جمال عبدالناصر کے دستِ راست اور مصر کی واحد سیاسی پارٹی کے جنرل سکریٹری ہیں۔ پارٹی کے ترجمان اور نیم سرکاری اخبار "الجمہوریہ" کی ادارت بھی ان کے تفویض ہے۔ انور السادات نے مصری انقلاب پر "الثیل" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انقلاب کے متعلق ناصر اور ان کے حامیوں کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل مضمون اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔

۱۹۳۸ء میں عباسیہ کی فوجی اکادمی کے چند گریجویٹ منکاباد کے محاذ پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ یہاں ان کا سارا دن اسکیمیں بناتے گذرتا، اور راتیں ان پر بحث میں کٹ جاتیں۔ مصر تباہ حال ہے اسے تباہی سے بچانا ہے، مگر کیسے! اسی گروپ میں ایک نوجوان جمال عبدالناصر تھا، سنجیدہ، متین اور کچھ اداس اداس۔ کیمپ پر آگ کی ہلکی ہلکی آنچ کے گرد باتیں چھڑ جاتیں اور جمال، سب پر حاوی صرف ایک بات کرتا، انقلاب کی بات، سامراج، جاگیرداری اور شاہیت کے خلاف انقلاب!

۱۹۳۹ء کے شروع میں منکاباد میں اس گروپ نے ایک خفیہ انجمن بنالی جس کا مقصد مصر کو آزاد کرانا تھا، ۱۹۴۲ء میں اس انجمن کی متعدد شاخیں بھی قائم ہو گئیں۔ رات کی تاریکی میں ہم لوگ اپنا کام کرتے رہے۔

۱۹۳۹ء ہی میں جنگ چھڑ گئی اور ہم سب ساتھی بکھر گئے۔ جمال کو سوڈان بھیج دیا گیا جہاں اسے عبدالحکیم عامر مل گیا۔ بہت جلد دونوں نے سمجھ لیا کہ دونوں ایک دوسرے سے کتنے قریب ہیں۔ جنگ نے برطانیہ کو پھر ہمارے اوپر مسلط کر دیا تھا اور مصری اسے بری طرح محسوس کر رہے تھے۔ مسلسل برطانوی دباؤ کے باوجود وزیراعظم ماہر نے اتحادیوں کے ساتھ مل کر اعلانِ جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر برطانیہ کافی مضبوط پوزیشن میں تھا۔ علی ماہر کو وزارت چھوڑنی پڑی۔ ادھر جنگی پانسہ برطانیہ کے خلاف پڑ رہا تھا۔ نومبر ۴۰ء میں چرچل برطانیہ کا وزیراعظم ہو گیا اور خطرہ کا احساس کرتے ہوئے اس نے مصری فوج سے ہتھیار لے لینے کا حکم دیا — قاہرہ میں ہم بچھڑے ہوئے ساتھی پھر مل گئے۔

انقلابی کونسل نے مجھے شیخ حسن البنا اور سپہ سالار عزیز المصری سے ملنے پر مامور کیا۔ میں اس وقت لفٹننٹ تھا۔ ۲۴ سالہ لفٹننٹ حسن البنا سے پہلی دفعہ مل کر بے حد متاثر ہوا۔ اخوان المسلمون کی بنیاد ۱۹۳۰ء میں پڑی۔ اخوان کا مقصد فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک صالح جماعت کی تنظیم تھا۔ شروع میں اس کا کوئی سیاسی مقصد نہ تھا۔ حسن البنا کی اخلاقی

خوبیاں مصری نوجوانوں کو کھینچ کھینچ کر اس کے گرد جمع کر رہی تھیں۔ بہت جلد اخوان ایک غیر معمولی پوزیشن حاصل کر گئی اور اسے اپنی سیاسی اہمیت کا بھی احساس ہونے لگا۔ ممبروں کو فوجی تربیت دی جانے لگی۔ اب اچھے برے سب ہی اخوان میں شامل ہونے لگے اور وہ روز بروز مذہبی تقشف کا مظہر بنتی گئی مگر اس حالت میں بھی ہم لوگوں کے لئے یہ جماعت ایک کارآمد مددگار ہو سکتی تھی۔

میں مرشدِ عام سے دوبارہ اخوان کے ہیڈ کوارٹر پر ملا۔ کافی دیر تک گفتگو رہی۔ حسن کا خیال تھا کہ مصر کا عروج دین کے عروج سے الگ کوئی چیز نہیں اور بنیاد اسی پر ہونی چاہئے۔ اسی لئے فوج میں اسلامی اصولوں کی نشرواشاعت ہونی چاہئے۔ اس کے بعد ہم آپس میں مسلسل ملتے رہے۔ فوج میں اخوان کی مقبولیت بڑھنے لگی۔ اخوان کے ہیڈ کوارٹر پر اسلحہ جمع ہونے لگے۔ ایک بار خود میرے سامنے ریوالور بھرا ایک بکس آیا ــــ اور میں خوشی سے اُچھل پڑا۔

ہماری خفیہ انجمن کی بابت مرشدِ عام کو سب کچھ معلوم تھا اور انہوں نے مجھ سے کبھی اخوانی بننے کو نہ کہا ــــ میں اخوانیوں اور انقلابیوں کے درمیان قاصد کا کام کرتا رہا۔

پھر ایک دن ہمیں خبر ملی کہ برطانیہ کے اشارے پر جنرل عزیز المصری کو برخاست کر دیا گیا ہے۔ مجھے معلوم تھا مرشدِ عام جنرل کے دوستوں میں ہیں۔ میں نے ان سے جنرل سے ملوانے کے لئے کہا۔ اس میں انتہائی رازداری کی ضرورت تھی۔ حسن نے مجھے ایک پرچہ پر جنرل کے ملنے کا پتہ لکھ دیا۔ مجھے ڈاکٹر ابراہیم حسن نائب صدر الاخوان المسلمون سے ملنا تھا، جہاں عزیز المصری میرے منتظر تھے۔ عمر رسیدہ جنرل میں ابھی تک کافی طاقت اور توانائی تھی۔ وہ برطانیہ کے لئے ایک مستقل خطرہ تھا۔ فوجی تنظیم اور جنگی تدابیر میں بوڑھا جنرل انتہائی مہارت رکھتا تھا۔ وہ ۱۹۱۴ء کا آزمودہ کار سپاہی تھا۔ ۳۶ء میں وہ انگلستان میں فاروق کا اتالیق تھا اور وہیں سے وہ فاروق سے مایوس ہو چلا تھا۔ بعض حاسدوں کے بھڑکانے پر فاروق نے جنرل کو الگ بھی کر دیا تھا۔ "یقین محکم اور عمل پیہم میں ہماری نجات ہے" عزیز المصری نے مخاطب ہو کر کہا، اور الفاظ میری رگوں میں تیرنے لگے۔

ہم سب مل کر لیبیا میں جرمنوں سے تعلقات بڑھانے لگے۔ مارچ ۴۱ء میں عزیز المصری کے توسط سے جرمنوں کے ساتھ مل جانے کی اسکیم بنی۔ ایک جرمن ہوائی جہاز ہم لوگوں کو اڑا لے جانے پر تیار ہو گیا۔ پروگرام مکمل تھا۔ مگر عزیز المصری کی کار راستے میں خراب ہو گئی۔ جرمن جہاز مقررہ وقت پر آیا، تھوڑی دیر انتظار کیا پھر واپس چلا گیا۔ پھر ایک دوسرے جہاز سے جانے کا بندوبست ہوا وہ جل گیا۔ قسمت ابھی ساتھ نہیں تھی۔ اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو جرمنوں سے مل کر ہم اسی وقت برطانیہ کو ختم کر چکے ہوتے۔

۴ فروری ۴۲ء کو مصر کی قومی تاریخ میں ایک حادثہ رونما ہوا۔ وزیر اعظم حسین سری باوجود اپنی برطانیہ دوستی کے برطانیہ کی حمایت حاصل نہیں کر سکا۔ سفیر برطانیہ نے فاروق کو الٹی میٹم دے دیا کہ یا تو ۲۴ گھنٹے کے اندر نحاس پاشا کو وزارتِ عظمیٰ سونپ دی جائے یا تخت چھوڑ دیا جائے۔ فاروق کو جھکنا پڑا۔ اس دن سے فاروق بالکل بدل گیا۔ اس کے دن راتیں ہو گئیں اور

راتیں دن محل اور محل کی رنگینیاں اس کی ساری کائنات ہو کر رہ گئیں۔ وہ روز بروز موٹا اور وقت سے پہلے عمر رسیدہ ہوتا گیا۔ یہ ایسا نفسیاتی دھکا تھا جس سے وہ سنبھل نہ سکا۔ دوسری جانب انقلابیوں کے غم و غصّہ کی انتہا نہ تھی۔ جدید مصر کی تاریخ میں اس قسم کا واقعہ ایک اجنبی چیز تھی۔ انقلابی تحریک اور زیادہ پُرزور اور منظم ہونے لگی۔ ممبروں کی بھرتی تیزی پکڑتی گئی۔

اسی سال جمال عبدالناصر ملٹری کالج میں لیکچرار ہو گیا اور نئی نسل کو انقلابی روح سے آشنا کرنے میں اسے بڑی آسانی ہو گئی۔ ادھر کوئی ۲ برس کے لئے بدکردار وفد حکومت مصر پر مسلّط ہو گئی تھی۔ وفد پارٹی مصریوں میں روز بروز اپنا وقار کھوتی جا رہی تھی اور اخوان کی مقبولیت بڑھ رہی تھی۔ میں نے جرمنوں سے ایک طرف اور مرشدِ عام سے دوسری طرف مدد کی درخواست کی جو مان لی گئی۔ اگست ۴۲ء میں دو جرمن نازی جاسوسوں کی گرفتاری نے ہم لوگوں کو بھی خطرے میں ڈال دیا اور میں تیسرے دن گرفتار کر لیا گیا۔ میرے بعد وسیع پیمانے پر اور گرفتاریاں ہوئیں۔ مگر ہماری انجمن خفیہ ہی رہی۔ ادھر جرمن فتح کی اُمیدیں بھی ۱۹ اکتوبر ۴۲ء کی جرمن شکست سے دھندلاسی گئیں۔

گرفتاری کے بعد مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے گھر کی طرف سے تھی۔ گھر والوں کی روزی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ایک دن ایک دوست ملنے آیا اور اس نے بتایا کہ انقلابی کونسل نے ۔ پونڈ ماہانہ کا انتظام کر دیا ہے۔ انقلابی کونسل نے یہ طے کیا تھا کہ اس کا کوئی ممبر اگر کسی آفت میں پھنس جائے تو اس کے خاندان کی کفالت کی جائے۔ اکتوبر ۴۴ء میں احمد ماہر نے وزارت سنبھالی۔ تمام قیدی چھوڑ دیئے گئے، لیکن ہم لوگ نہیں۔

حسن البنّا اب مصر کا سب سے طاقت ور آدمی تھا۔ فاروق اس کی طاقت سے واقف تھا۔ لیکن حسن بھی اب کافی بدل چکا تھا۔ اب اسے اخوان کی زیادہ فکر تھی، جو روز بروز سیاست میں الجھتی جا رہی تھی۔ میرا دوست عبدالمنعم عبدالرؤف بھی اس میں شامل ہو گیا۔ جو ۲۸ اکتوبر ۵۴ء کو جمال عبدالناصر پر حملہ کی کوشش میں ماخوذ ہوا۔ اور مصر سے بھاگ گیا۔

نومبر ۴۴ء میں میں جیل سے بھاگ نکلا۔ بھیس بدل بدل کر ادھر اُدھر گھومتا رہا۔ یہاں تک کہ ۴۵ء میں مارشل لاء ختم ہو گیا۔ انقلابی کونسل نے اپنی از سرِ نو تنظیم شروع کی۔ اسے دو حصّوں میں بانٹ دیا گیا۔ پہلا فوجی حصّہ دوسرا عوامی حصّہ۔ پہلا جمال کی سربراہی میں رکھا گیا اور دوسرا مجھے سونپا گیا۔ دونوں کو آخری لمحہ تک الگ الگ کام کرنا تھا۔

فروری ۴۵ء میں وزیرِ اعظم احمد ماہر نے جرمنی و جاپان سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ اسی روز ایک اخوانی نے اسے پارلیمنٹ میں مار دیا۔ پھر نقراشی نے سفیر برطانیہ سے ملاقات کی اور برطانیہ کے مصر اور سوڈان کو خالی کرنے کے وعدے یاد دلائے۔ سفیر کا برتاؤ بہت بُرا رہا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ ابھی مصر یا سوڈان خالی کرنے کا کوئی سوال نہیں اُٹھتا۔ مجھے خبر ملی تو غصّہ کی انتہا نہ تھی۔ میں نے جمال سے کہا سفارت خانہ اُڑا دوں جمال نے کہا نہیں، ۴۲ء کی لی اسٹاک کے قتل کی کہانی دوبارہ نہیں دہرائی جانی چاہیئے۔

رفتہ رفتہ تمام سیاسی پارٹیاں برطانیہ کے زیرِ عاطفت آتی جا رہی تھیں۔ وفد اور سعد پارٹی سے لے کر [illegible]

سب کے سب برطانیہ کے زیرنگیں تھے۔ صرف ایک اخوان تھی جو اس اثر سے بچی ہوئی تھی۔ میں مرشد عام سے پھر ملا۔ حسن نے مجھے بتایا کہ فاروق اخوان کا جانی دشمن ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ہم شہنشاہیت ختم کرنا چاہتے ہیں اور یورپی لوگ بھی مخالف ہیں کیونکہ ہم موجودہ قانون کی جگہ اسلامی قانون لانا چاہتے ہیں۔

۸ مئی ۴۵ء کو جرمنی سے جنگ ختم ہوگئی۔ ہماری سرگرمیاں اور ممبر سازی کی کوششیں اور تیز ہوگئیں۔ ہمارے ممبروں کی صحیح تعداد اور ان کے نام صرف عبدالحکیم عامر اور جمال عبدالناصر کو معلوم تھے۔ پھر گرفتاریاں شروع ہوگئیں اور کسی کی مخبری پر میں بھی ۲½ سال کے لئے جیل پہنچا دیا گیا۔ مئی ۴۵ء سے جولائی ۵۲ء تک کا زمانہ مصریوں کے لئے سب سے تکلیف دہ زمانہ تھا۔ آزادئ تحریر و تقریر ختم ہو چکی تھی۔ ہر طرف خوف و ہراسانی تھی۔ دوسری جانب کمیونزم اور اخوان نے بھی زور پکڑنا شروع کر دیا تھا۔ اخوان نے ہم سے اپنی تحریک میں شامل ہو جانے کے لئے کہا۔ مگر جمال نے انکار کر دیا۔ جنرل عزیز المصری بھی ان کے تقشف اور تشدد کے سبب ان میں مل جانے کے خلاف تھا۔ اس کے باوجود ہم میں سے بہت سے اخوان کے ممبر نہیں تو ہمدردوں میں ضرور تھے۔ تاہم ہم لوگوں کا اخوان کے ساتھ اتحاد بڑا مصنوعی سا تھا۔

اگست ۴۵ء میں نقراشی نے اعلان کیا کہ برطانیہ سے ایک نئے معاہدہ کی بات چیت کی جانے والی ہے۔ سوڈان مصر سے ملانے اور مصر خالی کرنے کی بات چیت۔ نومبر میں گفت و شنید شروع ہوئی مگر نتیجہ بے سود۔ وزارت تبدیل ہوگئی۔ نقراشی کی جگہ اسماعیل نے لی اور گفت و شنید کا اعلان کیا۔ ادھر مصر میں برطانیہ کے خلاف فسادات شروع ہوگئے۔ وزیر اعظم اٹیلی نے اسکندریہ اور قاہرہ سے تمام دستے واپس بلانے کا فیصلہ کیا۔ ۴ جولائی ۴۶ء تک قاہرہ خالی ہو چکا تھا۔ اس اعلان کے ساتھ کہ پہلی مئی ۴۷ء تک پورا مصر خالی ہو جائے گا اسماعیل صدقی نے اخوان سے مصالحت کر لی۔ ادھر دسمبر ۴۶ء میں اس نے برطانیہ سے ایک معاہدہ کی بات چیت مکمل کر لی مگر ایک اخبار نویس کی چالاکی سے معاہدہ منظوری سے پہلے افشا ہو گیا نتیجہ میں اسماعیلی وزارت بھی ختم ہوگئی۔ ۲۷ جنوری ۴۷ء کو پھر نقراشی نے وزارت سنبھالی۔ اس نے برطانیہ سے گفت و شنید کا سلسلہ منقطع کرنے کا اعلان کر دیا اور معاملہ اقوام متحدہ میں پہنچا دیا۔ لیک سکسس میں نقراشی نے مصر کا مقدمہ اچھی طرح لڑا یا مگر اسی اثناء میں نحاس پاشا نے کونسل کو ایک تار بھیج دیا کہ نقراشی پاشا مصر کا نمائندہ نہیں اور ہم لوگ آپ کے فیصلے کے پابند نہ ہونگے۔ انفرادی خود غرضیاں مصر کی قسمت پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ ہمارے ممبروں کی تعداد ہزار سے زیادہ پہنچ چکی تھی۔ اخوان سے ہم بالکل الگ ہو چکے تھے۔ ۴۸ء میں یہودی بحران اُبھرا۔ فلسطین کا مسئلہ سیدھا سادا، مشرق وسطیٰ میں سامراجی اقتدار کا براہ راست ورثہ ہے۔ یہودی دہشت پسند مار دھاڑ میں لگے ہوئے تھے۔ برطانوی انتداب اب بھی ختم نہ ہوا تھا اس لئے حکومت مصر نے صرف رضاکاروں کو جانے کی اجازت دی۔ ہم لوگ جمال عبدالناصر کے ساتھ حسن البنا سے ملے اور مفتی امین الحسینی سے رابطہ پیدا کیا اور عرب لیگ سے

اپنی مساعی کو ہم آہنگ کیا۔ ۱۵ مئی کو برطانیہ نے فلسطین چھوڑنے کا اعلان کیا۔ نقراشی نے غیر سرکاری طور پر فوجوں کو فلسطین پر مارچ کرنے کا حکم دے دیا۔ مگر انہیں صرف رائفلیں مہیا کی گئیں اور آخر میں چند توپیں بھی ملیں۔

جنگ ختم ہونے کے بعد شاہ عبداللہ تو الگ ہو گیا اور اپنا مالِ غنیمت کا حصہ ہضم کرنے میں مصروف ہو گیا۔ مصری فوجیں باقاعدہ اسلحہ اور تیاری کے بغیر شریک ہوئی تھیں۔ دشمن کی صحیح تعداد بھی معلوم نہ تھی۔ حد درجہ ناکارہ اسلحہ مہیا کیا گیا تھا۔ غم و غصہ میں بھرے ہوئے فوجی انتقام کے لئے بے چین تھے۔ جنگِ فلسطین بھی مصری انقلاب کا طائرِ پیش رس بن گئی۔ اخوان نے فلسطینی شکست کے بعد عام مایوسی اور غم و غصہ کا سب سے زیادہ فائدہ اُٹھایا۔ ۱۹۴۸ء تک غالباً اخوانیوں میں کمیونزم راہ پا چکا تھا اور اب اخوان دہشت پسند بن چکے تھے۔ فلسطینی جہاد میں اُنہوں نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور اب اس کے بعد مصر میں بے حد ہر دلعزیز تھے۔ ۱۵ دسمبر ۴۸ء کو نقراشی پاشا نے اخوان کو توڑ دیئے جانے کا حکم دیا۔ تین دن بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ نقراشی خود بھی مصر میں کافی ہر دل عزیز تھا اس لئے اخوانیوں کے اس فعل پر کافی چرچے ہوئے۔

ابراہیم عبدالہادی نقراشی کا جانشین ہوا اور اس نے بڑی سختی سے کام لیا۔ مارچ ۴۹ء میں خفیہ پولس نے حسن البنا کو قتل کر دیا۔ البنا کی جگہ اخوان کی سربراہی حسن الہضیبی کے سپرد ہو گئی۔ ۱۵ نومبر ۴۸ء سے مارشل لا چل رہا تھا۔ عبدالہادی ڈکٹیٹر بنا ہوا تھا، اخوانیوں سے نبٹ کے اب وہ ہماری طرف رجوع ہوا۔ جمال عبدالناصر کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا اس کے گھر کی تلاشی میں کچھ نہ نکلا اور جمال محفوظ رہا۔

فلسطینی جنگ میں ہمارے بہت سے کارکن کام آ گئے تھے۔ ہماری نئی تنظیم ہوئی اور نئی مجلسِ عاملہ بنی، جس میں میرے علاوہ جمال عبدالناصر، عامر، کمال الدین حسن، عبدالمنعم، عبدالرؤف، صلاح سالم، جمال سالم، عبداللطیف بغدادی اور خالد محی الدین شامل تھے۔ ۱۹۵۰ء میں جمال اس کا صدر منتخب ہوا۔ اس وقت وہ میجر تھا اور تیس کے قریب عمر تھی۔ ہم لوگ عوام میں ، انضباط الاحرار یا آزاد افسروں کے نام سے مشہور تھے۔ اسی نام سے ہمارے پمفلٹ نکلتے تھے۔

اب ہمارا مینی فسٹو نکلا جس میں ہم نے بیرونی حکومت کو ختم کرنے، مضبوط قومی فوج بنانے اور جمہوریت قائم کرنے کا وعدہ کیا۔

جولائی ۴۹ء میں عبدالہادی کی جگہ حسین سرّی نے لی جنوری ۵۰ء میں انتخابات ہوئے جن میں ۳/۲ نشستوں پر وفد قابض ہو گئی۔ نحاس پاشا کی وزارت بنی اور پھر وہی پرانا محل اور وفد کا جھگڑا چلنے لگا۔ اسی اثنا میں مصر ایک معاشی بحران سے دو چار ہو رہا تھا۔ جنگِ عظیم کے بعد کے ۵ برس کے اندر مصر میں معیارِ زندگی ۳ گنا مہنگا ہو چکا تھا جبکہ مزدوری صرف دگنی ہو پائی تھی۔ نحاس نے عوام کو جیتنے کی ایک اور کوشش کی۔ ۶ را کتوبر ۵۱ء کو پارلیمنٹ نے ۱۹۳۶ء اور ۱۸۹۹ء کے معاہدے منسوخ کر دیئے۔ چند روز بعد میڈو کی تجویز سامنے آئی، اسے بھی رد کر دیا گیا۔ گوریلا جنگ شروع ہو گئی۔ عام اسٹرائک ہونے لگی۔ پن اور پائپ لائنیں اُڑتے لگیں۔ انگریز سامان کا بائیکاٹ ہونے لگا۔ ہم لوگ بھی وفد کو عزت سے

دیکھنے لگے اور ان کی حمایت کا فیصلہ کیا۔ وفد کے معتمد فواد سراج الدین کو احمد انوار کے ذریعہ ہم نے اس صورت میں اپنی حمایت کی پیش کش کی اگر شاہ کو بالکل ختم کر دیا جائے یا کسی قدر اس کے اختیارات کم کر دئے جائیں۔ وفد کے معتمد کو ہماری بات نے کچھ زیادہ متاثر نہیں کیا۔

ادھر فاروق کو فوج میں اس قسم کی ہلچل کا پتہ چل گیا، ہماری کمیٹی کی میٹنگ ہوئی اور مارچ ۵۲ء میں انقلاب طے ہوا لیکن عین وقت پر اسے رشاد مہنّا کی منافقت کے سبب ملتوی کر دیا گیا۔ ادھر گوریلا جنگ ہو رہی تھی، برطانیہ بھی گاؤں کو تباہ کر رہا تھا۔ ۲۶ رجنوری ۵۲ء کو عام شہریوں میں بے انتہا ناراضگی پھیل گئی اور قاہرہ میں سینما اور کیفے جلا دیئے گئے بینک لوٹ لئے گئے اور پولیس خاموش تھی۔ دوسرے دن فاروق نے نحاس کو الگ کر دیا۔ وزارت علی ماہر کے سپرد ہوئی اور ۳۲ دن بعد علی ماہر کی جگہ نجیب الہلال نے لے لی۔ الہلال نے وفدی پارلیمنٹ توڑ دی اور سراج الدین وفدی معتمد کو ملک بدر کر دیا۔ ۳۰ رجون کو الہلال کو بھی حسین سرّی کے لئے جگہ چھوڑنی پڑی۔

اس دوران میں ہم بزرگ قائد کی تلاش میں تھے جسے انقلاب کے نشان کے طور پر آگے رکھا جا سکے۔ عزیز المصری کافی بوڑھا تھا اس نے انکار کر دیا۔ جنرل فواد صادق دوسری طرف مل گیا۔ بس ایک محمد نجیب تھا جو ایک بہادر سپاہی کی حیثیت سے مشہور تھا اور تین بار میدانِ جنگ میں زخمی ہو چکا تھا۔ دسمبر ۵۱ سے ہم لوگوں نے جنرل سے تعلقات پیدا کئے اور آزاد افسروں نے اسے فوجی کلب کا صدر چُن لیا۔ ہم نے اس کے گرد ایک خوبصورت ہالہ بن دیا، اور وہ مصر کا جارج واشنگٹن بن گیا۔ ۲۱ر جولائی ۵۲ تک نجیب خود اپنے رول سے ناواقف تھا۔ ۲۱ر جولائی کو حسین سرّی کی بجائے پھر الہلالی وزیر اعظم ہو گیا۔ چھ مہینے میں یہ پانچویں وزارت تھی اور پھر ۲۲ر کو وہ دن آ گیا جس کا ہم دس سال سے انتظار کر رہے تھے۔

انقلاب ۱ بجے رات سے شروع ہوا اور صبح جب سب کچھ ہو چکا تو نجیب ہمارے پاس آیا "مبارک ہو میرے بچّو"۔ اس نے کہا اور جنرل کو انقلابی فوج کا سپہ سالار بنا لیا گیا۔ علی ماہر کو وزارتِ عظمیٰ دے دی گئی۔ ۲۶ر جولائی کو اسکندریہ اور شاہی محل پر قبضہ ہو گیا اور امریکی سفارت خانہ کے بیچ میں پڑنے پر فاروق کی جان بخشی ہوئی مگر اس الٹی میٹم کے ساتھ کہ وہ اپنے بچے کے حق میں دستبردار ہو کر مصر چھوڑ دے۔

'محروسہ' جہاز میں ۲۰۰ ٹن کے قریب شاہی مال لادا گیا، جنرل نجیب، جمال سالم اور حسین شافعی جہاز پر گئے۔ فاروق نے جنرل کو سلامی دی اور بولا "جنرل! اگر تم یہ نہ کرتے تو خود میں بھی یہی کرتا"۔ معلوم نہیں اس سے فاروق کا کیا مطلب تھا ــــ اور میں کچھ فاصلے پر ایک چھوٹے جہاز پر کھڑا فاروق کو تاریخ کے دھندلکے میں گم ہوتے دیکھ رہا تھا۔

(مترجمہ عابد رضا بیدار)